ڈاکٹر حافظ صفوان محمد چوہان

مولوی محمد حسین آزاد کی درسی لفظیات:
(اردو تعلیمی کارپس کی ایک بنیادی ضرورت)

Molvi Muhammad Hussain Azad is the pioneer of writing educational texts & primers for primary education of the subcontinent under the Raj. His specialty is to remain sticking to the culture of his land & people in presenting these works. This article reflects the importance of his lexis with a sample taken from his Book-1. The writer has emphasized the need of using Azad's lexis in the Urdu dictionaries and keeping Books 1-4 in the proposed educational corpus of Urdu.

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد کے پچاس سال میں جب کہ ایک طویل عمومی نشیب کے بعد مسلمانانِ ہند نے زمینی حقائق کو تسلیم کرنا شروع کیا اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت کی بحالی کے لیے ضرورتِ حادثہ قسم کی ترکیبوں کے پیچھے دوڑ پڑنے کی بجائے یہ محسوس کیا کہ تعلیم ہی وہ بنیادی شے ہے جو قوم کے مضمحل جسم میں امید کی ترنگ پیدا کرسکتی ہے تو اُس وقت کچھ دور اندیش، بڑے دماغوں نے اِن خطوط پر کام شروع کیا۔ سر سید احمد خاں، نواب محسن الملک، مولانا محمد قاسم نانوتوی، وغیرہ، اِنہی تاریخ ساز اور صورت گر لوگوں میں تھے۔ اِنھوں نے عالی دماغ، روشن خیال اور محنتی لوگوں کو اپنے ساتھ یوں لیا کہ تعلیمی ادارے بنائے۔ چنانچہ یہ لوگ اور دوسرے اور تیسرے درجے کے قلم کے مزدور اِن اداروں میں جمع ہونے لگے۔ برطانوی حکومت نے بھی ایسے ادارے بنائے اور اپنے عزائم کی تکمیل میں مددگار لوگوں کو اِن میں جوتنا شروع کیا۔ یہ ادارے ہماری تعلیمی تجربہ گاہیں رہے، اور ہیں۔

تعلیم کے اِن ٹھیوں پر جو قابل لوگ ایک پورا تدریسی خاکہ اور نظامِ تعلیم مرتّب کرنے میں کامیاب ہوئے اُن میں مولوی محمد حسین آزاد سرِ فہرست ہیں۔ وہ بحیثیتِ تعلیمی مصنف ہمارے معمارانِ قوم میں ہیں۔ ایسا دوسرا نام مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مزدوروں کی طرح لفظوں کو کتابوں کی عمارتوں میں چن دینے کی بجائے ماہرینِ تعمیرات کے سے انداز میں کام کیا اور نہایت توجہ سے اپنا مطمحِ نظر (Target Group) طے کر کے اُس کے مناسب کام کیا۔ اِن دونوں لوگوں نے بچوں کی تعلیمی ضروریات کو سمجھا اور پھر کام کیا۔ راقم کی نگاہ میں "ماہرینِ تعلیم" کی چلتی اصطلاح کے اصل مصداق یہی لوگ ہیں۔ اِسی لمحے وہ لوگ بھی بہت شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے اِن اور جیسے لوگوں کو کام سے لگائے رکھا اور یہ کارگاہیں اور پلیٹ فارم مہیا کیے۔

بچوں کی نفسیات کو سمجھ کر اُن کے لیے لفظیات (Lexis) جمع کرنا اور اِن کو باقاعدہ مرتّب کر کے قاعدوں کی صورت دینے والے اِن ممتاز لوگوں میں ایک تیسرا نام بھی ہے جو اِس فہرست میں بلند تر ہے اور جس نے کئی نسلوں پر اپنے اثرات چھوڑے ہیں — اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اُس کا قاعدہ آج بھی پوری دنیا میں پڑھایا جا رہا ہے اور جس کی افادیت میں گزشتہ ایک سو سال میں کبھی کمی نہیں آئی — وہ نام ہے مولوی نور محمد مولف نورانی قاعدہ کا۔ ابتدائی جماعتوں کو اردو پڑھانے والے اساتذہ جانتے ہیں کہ اردو کے روایتی رسم الخط کے ساتھ تدریس میں سب سے بڑا مسئلہ لفظوں کے جوڑ اور ہجوں کا ہے۔ جوڑوں میں الفاظ کی نشستوں میں بڑی باریکیاں ہیں۔ اِن سب مسائل کو مولوی نور محمد نے یوں حل کیا کہ ایک انتہائی پختہ کار ماہرِ صوتیات اور ماہرِ نفسیات کی طرح عربی کے الفاظ منتخب کر کے اپنے قاعدے کے اندر ایسی ترتیب میں رکھے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ آپ کسی بھی لفظ کو اُس کی جگہ سے ہلائیں تو محسوس ہوتا ہے جیسے بے سُرے ہو گئے ہوں۔ اور الفاظ کی یہ نشست اِس انداز کی ہے کہ نورانی قاعدہ مع طریقۂ تعلیم کی ترتیب پر چلتے ہوئے قاعدے کی پہلی سات تختیاں پڑھ لینے کے بعد بچہ گزارے لائق اردو از خود پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ راقم کا ذاتی تجربہ بھی ہے۔ آپ نورانی قاعدہ پڑھنے والے کسی ایسے چھوٹے سے بچے کے جس نے اردو بالکل نہ پڑھی ہو، سامنے اردو کا کوئی بھی اخبار رکھیے، وہ فارسی اور ہندی حروف کے علاوہ والے سارے الفاظ آپ کو فر فر سنا دے گا۔ اردو دنیا مولوی نور محمد کا یہ احسان کبھی نہیں اتار سکتی کہ اُس نے بغیر کسی خرچ کے پانچ نسلوں کے کروڑہا لوگوں کو اردو پڑھنا سکھائی ہے۔ مولوی نور محمد بالکل اُنہی معنوں میں مولوی ہیں جن معنوں میں مولوی محمد حسین آزاد اور مولوی اسمٰعیل میرٹھی مولوی ہیں۔ اُن کا کمال یہ ہے کہ اُنھوں نے عربی پڑھانے کے بہانے سے ایسے لوگوں کو بھی اردو پڑھا دی (یعنی تعلیم یافتہ بنا دیا) جو بوجوہ دنیاوی تعلیم کے خلاف تھے۔

اِنہی پچاس سالوں میں ایک اور عظیم مصلحِ قوم نے ادب اور کہانی پن سے قوم کی تربیت میں بڑا کردار ادا کیا۔ یہ مولوی نذیر احمد ہیں۔ مرآۃ العروس اور بنات النعش وغیرہ اُن کے ناول ہیں جو اصلاً اُنھوں نے اپنی بچیوں کے لیے لکھے تھے، لیکن پوری قوم کی بچیوں بچوں میں کوئی ستر اسّی سال تک بہار دکھاتے رہے۔ یہ ناول اصلاحی ادب میں شمار ہوتے ہیں لیکن تدریسِ اردو میں بھی اِن کا بڑا حصہ ہے۔ ایک عرصے تک یہ کئی سطح کی درس و تدریس میں شاملِ نصاب رہے ہیں۔ لیکن یہ ابتدائی نہیں بلکہ ثانوی درجوں کی تعلیم کے سامان تھے۔

تدریسِ اردو کے لیے برِعظیم پاک و ہند میں تعلیمی اور تعلیمی نفسیات کے واضح اصولوں کو طلبہ کی ایک مخصوص سطح کی ضرورتوں کے مطابق برتنا بلاشبہہ مولوی محمد حسین آزاد کا وہ کارنامہ ہے جس میں اُن کی اوّلیت مسلّم ہے۔ اردو کی پہلی کتاب کے عنوان سے ڈاکٹر اسلم فرخی نے مولوی آزاد کی چار درسی کتابوں کو ترقیِ اردو بورڈ کراچی سے جون ۱۹۶۳ء میں یکجا شائع کیا تھا جس کی تفصیلات سے اہلِ علم خوب آگاہ ہیں اور جنھیں یہاں دوہرانا صرف طوالت کا سبب ہوگا۔ (۱) اِس تالیف پر چند علمی اعتراضات بھی ہوئے ہیں (۲) تاہم اِس کی صورت میں ایک گمشدہ متاع کی بازیافت ہوئی ہے جس کے لیے ڈاکٹر صاحب کا شکریہ واجب ہے۔

مولوی آزاد کی درسی کتابوں کی عوام میں مقبولیت کی کئی وجوہ ہیں۔ بنیادی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت صرف یہی درسی کتابیں تھیں کہ تمام ہندوستان میں دستیاب تھیں اور لکھائی چھپائی کے ساتھ ساتھ اِنھیں حکومتِ وقت کی سرپرستی بھی حاصل تھی۔ دوسری بڑی وجہ مولوی آزاد کی راستیِ نیت تھی، کہ اُنھوں نے بہت دل لگا کر اور قوم کے درد کے ساتھ یہ کام کیا تھا۔ تیسری بڑی وجہ یہ تھی کہ اِن کتابوں میں اُنھوں نے حسنِ اخلاق اور بھلائیوں کی تلقین کی ہے اور ہر کہانی سے نصیحت اور درسِ اخلاق دیا تھا، لیکن اِس احتیاط کے ساتھ کہ اِس سے کسی طرح کی مذہبیت، مسلک یا عقیدے کی تبلیغ نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ ہر مذہب، مسلک و مشرب کے لوگوں میں اِن کی مانگ بلکہ ضرورت بڑھتی چلی گئی۔ چوتھی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ کتابیں ہماری اپنی ثقافت اور آنکھوں

دیکھے مناظر (Landscape) سے علاقہ رکھتی ہیں۔کوئی درسی کتاب اگر اپنے ماحول سے بے تعلق ہے تو اِس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک گملے میں لگے پھول کی ہوسکتی ہے، جو کبھی ''مقامی'' نہیں ہوسکتا۔ پانچویں بڑی وجہ یہ ہے کہ اِن کتابوں سے کسی بھی بیرونی ثقافت یا حکومت سے دبنے کا کوئی تاثر نہیں ملتا اور اپنی مایا کے بارے میں احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے کا کوئی بھی پہلو ہرگز ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ کتابیں ایک غیور، محنتی ہندوستانی کا تصور سامنے لاتی ہیں۔ یہ بہت بڑی بات ہے اور ایک بڑا کام، جو اُس دور میں کسی اور طریقے سے کرنا ممکن نہ تھا۔ ڈاکٹر اسلم فرخی نے حرف حرف درست لکھا ہے کہ:

......آزاد صرف ......انشا پرداز ہی نہیں اہم تعلیمی مصنف بھی ہیں۔ اُنھوں نے درسی کتابوں میں ادب اور افادیت کو جس خوبی سے ہم آہنگ کیا ہے......(۳)

بچوں کا ادب یا تدریسی سلسلہ لکھنے والے مصنف میں عام سطح کے مصنفین سے ہٹ کر کچھ اور صفات بھی درکار ہوتی ہیں۔ بچوں کے لیے اردو وہی لکھ سکتا ہے جو زبان کے عالمانہ استعمال پر قدرت رکھتا ہو اور سماجی سوجھ بوجھ یعنی Common sense کی نعمت سے بھی سرفراز کیا گیا ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہی صورتِ حال ہوتی ہے جو مفتیِ اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب کے تعلیم الاسلام کی ہے، کہ اِس میں پانچ چھے سال کے مسلمان بچے بچی کو غسلِ جنابت جیسی اصطلاحات کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ یہ مفتی صاحب کی راستیِ نیت کا پھل ہے کہ یہ کتاب بھی گزشتہ ساٹھ ستر سال سے برابر مقبول ہے، لیکن اِس قسم کی کم سوادی بہرحال قابلِ توجہ ہے۔ اور اِس کی وجہ یہی ہے کہ مفتی صاحب طلبہ کی سطح کی واضح تعیین نہ فرما سکے تھے۔ مولوی آزاد کی قصصِ ہند اُن کی زباں دانی اور قدرتِ کلام کا شاہکار ہے۔ ایک آدمی جو ایسی نثر لکھنے پر قادر ہو، جب وہ بچوں کے لیے لکھے گا تو اپنے علم کے زور کے ساتھ ہی لکھے گا۔ لیکن اگر وہ بچوں کی نفسیات کا علم اور کوئی واضح نصب العین رکھتا ہے تو وہ یقیناً مولوی آزاد کا پیرو ہوگا۔ اُنھوں نے لکھا ہے:

...... جاننے والے جانتے ہیں کہ جب تک انسان خود بچہ نہ بن جائے تب تک بچوں کے مناسب کتاب نہیں لکھ سکتا۔ پھر اِنھیں بار بار کاٹنا اور بنانا، لکھنا اور مٹانا، بڈھا ہو کر بچہ بننا پڑا۔ پھرتے، چلتے، جاگتے، سوتے بچوں کے ہی خیالات میں رہا۔ مہینوں نہیں بلکہ برسوں صرف ہوئے جب وہ بچوں کے کھلونے تیار ہوئے۔ (۴)

مولوی آزاد کا کمال یہ ہے کہ اُنھوں نے اِن کتابوں میں ایسے الفاظ سے کام لیا ہے جن سے ذہنوں میں تصویریں اُبھرتی ہیں۔ یہ کام کرنے کے لیے اُنھوں نے زندہ، قریبی ماحول کو تصویر کیا ہے۔ اُن کے زمانے کا کوئی بچہ یا بچی جس کے گھر سے ایک میل کے فاصلے پر ایک نہر بہتی ہو، اگر وہ وہاں تک کا چکر لگا کر گھر واپس آ جائے تو تقریباً وہ سبھی کچھ دیکھ چکا ہوگا جو اِن درسی کتابوں میں لکھا ہے۔ آج اِن تصویروں اور اِن حالات کا بہت کچھ زمانے کی گرد میں گم ہوگیا ہے لیکن اِن تصویروں کو دکھانے کے لیے چنی گئی اور گھڑی گئی لفظیات اہم ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ راقم کی نگاہ میں مولوی آزاد کی تدریسی لفظیات کا اردو لغت اور اردو کارپس کا حصہ بنانا ضروری ہے۔ کارپس سے تو زبان کے قواعد، محاورے اور روزمرے کا استعمال بھی سامنے آتا ہے کیوں کہ اِس میں مکمل متن محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ موضوع اِس مقالے کے دائرے سے باہر ہے اور اِس میں صرف لفظیات، مختلف تصریفی صورتوں اور روزمرے کی بات کی گئی ہے۔ ذیل میں محوّلہٴ بالا اردو کی پہلی کتاب میں سے ''پہلی کتاب'' (صفحہ ۳۷ تا ۱۰۸) کی اِس کام کے لائق لفظیات کا ایک انتخاب الفبائی ترتیب میں پیش کیا جاتا ہے۔ ہر لفظ/اندراج کے سامنے صفحہ نمبر بھی لکھا گیا ہے تاکہ ماخذ تک پہنچنے میں آسانی رہے۔ یہ لفظیات مکمل یا کامل نہیں کہی جاسکتی کیوں کہ اِسے سوائے الفبائی ترتیب میں لانے کے کسی بھی انداز میں مشینی عمل سے نہیں گزارا گیا۔ کچھ ضروری الفاظ کے ساتھ استعمالی جملہ/مصرع بھی دیا گیا ہے تاکہ لفظ کا زیرِ بحث مفہوم اُن لوگوں پر بھی واضح ہو سکے جن کو یہ کتاب مہیا نہیں ہے۔ یہ لفظیات مندرجہٴ ذیل ہیں:

اجلے (ص-۶۷) بمعنٰی مسلمان: سارے نوکر اجلے ہیں۔
اچھلا کودا (ص-۶۳)
ادموا (ص-۱۰۳) بمعنٰی ادھ موا: کیا گھائل اور ادموا مار مار۔
اردلی (ص-۶۷)
اسباب (ص-۶۰)
استاد (ص-۶۴)
استری (ص-۷۴)
اَکھاڑا (ص-۵۱)
اکھیڑ (ص-۴۹)
اناج (ص-۵۹)
اندھیرے اندھیرے (ص-۵۸)
اوس (ص-۹۰)
ایکا ایکی (ص-۵۶)
آپ ہی آپ (ص-۸۹)
آٹے کی گولی (ص-۷۹)
آدمی بنانا (ص-۱۰۸)
آرام لینا (ص-۷۰)
آرہ کش (ص-۸۴)
آری (ص-۹۷)
آس پاس (ص-۵۴)
آسرا (ص-۷۲)
آن اترنا (ص-۸۱)
بات (ص-۵۰) بمعنٰی چیز، کھیل، مصروفیت: اِنہی باتوں سے سپاہیوں کی چستی چالاکی بڑھتی ہے۔
باغ باغ ہونا (ص-۹۰)
باغ کیاری (ص-۷۲)
باگ (ص-۶۴)
باگ ڈور (ص-۸۲)
بال بچوں (ص-۷۰)
بانٹنا (ص-۶۸) بمعنٰی دینا: مہینے کے مہینے تنخواہ بانٹتے ہیں۔
بچارا (ص-۵۹): دیگر اِملاء: بے چارا۔
بچھونا (ص-۹۲)
بخیہ (ص-۷۳)

بدل لینا (ص-۷۵)

برابر برابر (ص-۷۱) بمعنیٰ ساتھ ساتھ: کنوئیں کے پاس ہی برابر برابر دو بیل پھر رہے ہیں۔

برات (ص-۴۶): دیگر اِملاء: بارات

برادہ (ص-۸۴)؛ اصلاً: بور۔ (یہ پنجابی لفظ تبدیل کیا گیا ہے)

بڑی بڑی (ص-۸۱)

بسانا (ص-۶۸)

بکی (ص-۴۶): دیگر اِملاء: بکھی۔

بلا گلے بندھنا (ص-۶۴)

بلم (ص-۶۷) بمعنیٰ لکڑی کی بلی: ہاتھ میں بلم لیے چلا آتا ہے۔

بلیوں (ص-۵۵) بمعنیٰ چپوؤں۔

بنسیوں (ص-۷۹)

بہار دینا (ص-۶۵)

بہتیری (ص-۷۴)

بہلی (ص-۴۵)

بھٹی چڑھانا (ص-۷۷)

بھدا (ص-۴۴) بمعنیٰ چست کا متضاد: یہ تو بھدا ہے۔ خوب دوڑ نہیں سکتا۔

بھر بھر کر (ص-۷۲)

بھگتانا (ص-۸۱)

بھنور (ص-۵۴)

بیاہ رچانا (ص-۸۱)

بے تکان (ص-۵۷)

بے کھٹکے (ص-۴۵)

بے نصیب (ص-۴۴)

پاٹ (ص-۵۵)

پان (ص-۶۷) بمعنیٰ پانچ: تین پیسے میں پان سیر پستا ہے۔

پاؤں پھیلا کر سونا (ص-۷۰)

پتھر سے پتھر رگڑنا (ص-۶۷)

پٹڑے (ص-۷۷)

پچتانا (ص-۹۶) بمعنیٰ پچھتانا: جھوٹ جو بولے گا وہ پچتائے گا۔

پچنا (ص-۵۴)

پچھاڑنا (ص-۵۲)

پچھڑنا (ص-۵۲)

پرچانا(ص-۶۴)

پسائی(ص-۶۷)

پسنہاری(ص-۷۵)

پنگورا(ص-۳۸)؛اصلاً: پنگھوڑا(یہ پنجابی لفظ تبدیل کیا گیا ہے)

پہروں(ص-۵۴)

پھرتی(ص-۵۱)

پھوٹ آنا(ص-۹۰)

پھوک(ص-۸۸)بمعنٰی بھوسی: جو پھوک رہتا ہے وہ کھلی کہلاتی ہے۔

پھولے نہ سمانا(ص-۵۲)

پھیر دینا(ص-۷۳)

پیچ(ص-۵۲)بمعنٰی داؤ لگانا: ایسا پیچ کرے کہ دوسرا چاروں شانے چت گرے۔

پیلنا(ص-۸۸)

پینڈا(ص-۸۸)

تاک لگانا(ص-۷۸)

تانی(ص-۸۶)

تروتازہ(ص-۷۲)

ترشوانا(ص-۸۲)

تنبو(ص-۸۷)

توڑے کے توڑے(ص-۸۱)

تونبوں(ص-۵۳)

تھان(ص-۸۶)

تھپک(ص-۶۴)

تھم جانا(ص-۶۶)

تیر(ص-۴۹)بمعنٰی سیدھا: کیا تیر سا چلا آتا ہے۔

تیراک(ص-۵۳)

تیلی(ص-۸۸)

ٹٹو(ص-۵۷)

ٹکڑا کھانا(ص-۸۵)

ٹکے(ص-۸۷)بمعنٰی قیمت: اِسے ٹکے گز کوئی نہیں لیتا۔

ٹمٹمیں(ص-۶۲)

ٹن ٹن(ص-۶۵)

ٹنڈیں(ص-۷۲)

ٹہلتا ٹہلتا (ص-۹۱)

ٹھٹھا (ص-۹۵)

ٹھٹھرنا (ص-۹۴)

ٹھنڈا ہونا (ص-۷۰) بمعنٰی ستانا: آپ ہاتھ منہ دھو کر ٹھنڈا ہوتا ہے۔

ٹھنڈک آنا (ص-۷۲)

ٹھنڈی ٹھنڈی (ص-۷۱)

ٹھونکنا (ص-۸۶)

ٹھیک آنا (ص-۷۳)

جابجا (ص-۹۱)

جانا (ص-۶۲) بمعنٰی چلنا: خاصا جاتا ہے۔

جڑنا (ص-۸۲)

جزدان (ص-۴۱)

جگمگ جگمگ (ص-۶۵)

جوت (ص-۶۳)

جھپٹ (ص-۴۹)

جھٹ (ص-۸۶)

جھم جھماتی (ص-۶۵)

جھول (ص-۶۵)

چابک کھانا (ص-۶۴)

چالاک (ص-۴۲) بمعنٰی چست: ہاتھ پاؤں چالاک ہوتے ہیں۔

چپکا (ص-۸۳)

چپنی (ص-۴۰)

چت گرنا (ص-۵۲)

چرس (ص-۷۲)

چرکٹا (ص-۶۶)

چڑھاؤ (ص-۵۵)

چکر دینا (ص-۶۳)

چمکار (ص-۶۴)

چنبیلی (ص-۹۱)

چوٹا (ص-۷۸)

چوٹی دار (ص-۸۰)

چوری (ص-۶۷)

چوڑیاں (ص-۶۵)

چوکیاں (ص-۸۴)

چھچھا (ص-۹۱)

چھانٹ (ص-۷۷)

چھتر (ص-۶۷)

چھڑ (ص-۷۹)

چھوا چھو (ص-۷۷)

چھوٹا موٹا (ص-۸۱)

خاص کر (ص-۸۵)

خاطر کرنا (ص-۶۸)

خط پتر (ص-۵۸)

خلقت (ص-۴۹)

خم ٹھوک کر (ص-۵۲)؛ اصلاً: تھاپی مار کر۔ (یہ پنجابی لفظ تبدیل کیا گیا ہے)

خوشی خوشی (ص-۷۳)

داؤں (ص-۵۲)

دائیں بائیں (ص-۶۲)

دسپنا (ص-۳۹)

دلاسے (ص-۶۴)

دلائی (ص-۷۶)

دلتیاں (ص-۸۳)

دلنا (ص-۷۶)

دم لینا (ص-۷۵)

دوڑ دھوپ (ص-۸۲)

دوہنا (ص-۷۰)

دھاوا (ص-۵۷) بمعنٰی سفر کرنا: پچاس پچاس کوس کا دھاوا کرتی ہے۔

دھندا (ص-۴۸) بمعنٰی مصروفیت: دنیا کے دھندوں میں پھنس جاؤ گے۔

دھوئے دھائے (ص-۳۹)

دھیما ہونا (ص-۶۳)

دیار (ص-۸۵)

ڈالیاں (ص-۹۰)

ڈنڈی مارنا (ص-۸۰)

ڈھال تلوار لگانا (ص-۶۷)

ڈھیر (ص-۷۳)

ڈیل ڈول (ص-۵۱)

رتھ (ص-۴۶)

رسا (ص-۶۳)

رسد دینا (ص-۸۱)

رنگ برنگ (ص-۹۰)

رونی صورت (ص-۳۸)

روں روں (ص-۷۲)

رہٹ (ص-۷۱)؛ اصلاً: ہلٹ۔ (یہ پنجابی لفظ تبدیل کیا گیا ہے)

ریت کے (ص-۶۰)؛ اصلاً: رتیلے۔ (یہ لفظ تبدیل کیا گیا ہے)

ریل (ص-۵۲) مصدر ریلنا سے: کبھی وہ دھکیل کر ہٹاتا ہے، کبھی یہ ریل کر لے جاتا ہے۔

زور کرنا (ص-۵۱)

ساربان (ص-۵۹)

ساگ پات (ص-۷۰)

سامان (ص-۴۹) بمعنیٰ تماشا: آہا! نیزہ بازی کے سامان ہیں۔

سانٹا (ص-۶۹)

سانچہ (ص-۵۱)

سانڈنی (ص-۵۷)

سائبان (ص-۸۷)

سائیس (ص-۶۷)

سدھانا (ص-۶۳)؛ اصلاً: سکھایا۔

سرائے (ص-۶۱)

سرپٹ (ص-۴۹)

سما (ص-۱۰۲) بمعنیٰ سماں: سما ہے ہمارے لیے نت نیا۔

سنگوٹیاں (ص-۴۵)

سودا (ص-۸۰)

سویرے سویرے (ص-۶۹)

سہج سہج (ص-۴۶)

سیج (ص-۷۰)

سیونیں بٹھانا (ص-۷۴)

سُم (ص-۸۲)

شیشم (ص-۸۵)

صاف ہونا (ص-۶۳) بمعنیٰ سدھ جانا: جب صاف ہو جائے گا تو بگی میں جوتا جائے گا۔
صاف (ص-۵۲) بمعنیٰ ایمان داری سے: کشتی صاف ہوئی اور کچھ جھگڑا نہ رہا۔
صندوقچیاں (ص-۸۵)
صندوقچے (ص-۸۵)
طراوت (ص-۷۲)
غل (ص-۴۹)
غوطہ (ص-۵۴)
قناتیں (ص-۸۷)
کاٹھ (ص-۷۲)
کاجل (ص-۳۸)
کال (ص-۶۲)
کام دینا (ص-۷۳) بمعنیٰ کام کروانا: لوگ خوشی خوشی اِسے کام دیتے ہیں۔
کام کاج (ص-۷۰)
کام لینا (ص-۷۴)
کام میں لگا ہونا (ص-۷۴)
کام نکلنا (ص-۸۵)
کترن (ص-۷۳)
کترنا (ص-۷۳)
کتنے کو (ص-۶۲) بمعنیٰ کتنے میں۔
کجاوے (ص-۶۰)
کرتب (ص-۵۰)
کرچھا (ص-۴۰)
کرگے (ص-۸۶)؛ اصلاً: کھڈی۔ (یہ پنجابی لفظ تبدیل کیا گیا ہے)
کڑیاں (ص-۸۴)
کلغی (ص-۶۵)
کمتی بڑھتی (ص-۸۷)
کنکر پتھر (ص-۸۲)
کنکوا (ص-۷۷)
کوچوان (ص-۶۳)
کوڑی کوڑی (ص-۱۰۴)
کوس (ص-۵۷)
کوسوں (ص-۵۴)

کولھو (ص-۸۸)

کھتے کے کھتے (ص-۸۱)

کھٹے میٹھے (ص-۹۱)

کھچا کھچ (ص-۵۵)

کھری (ص-۸۰)

کھرے (ص-۶۸)

کھلنا (ص-۴۳) بمعنٰی چستی: ہاتھ پاؤں کھلتے ہیں۔

کھلنڈرا (ص-۷۷)

کھیتی باڑی (ص-۲۷)

کھیتے (ص-۵۵)؛ اصلاً: دھکی۔ (یہ پنجابی لفظ تبدیل کیا گیا ہے)

کیوں کر (ص-۶۵)

گُھلی (ص-۸۸)

گزارہ (ص-۶۲)

گلہ (ص-۷۵) بمعنٰی غلہ: ماں ایک ہاتھ سے چکی چلاتی ہے دوسرے سے گلہ ڈالتی ہے۔

گودیوں (ص-۱۰۷)

گھاٹ (ص-۵۴)

گھائل (ص-۱۰۳)

گھٹنا (ص-۶۰)؛ اصلاً: گوڈا۔ (یہ پنجابی لفظ تبدیل کیا گیا ہے)

گھسا (ص-۶۳)

گھن (ص-۸۵)

گھنٹوں (ص-۶۵) بمعنٰی بڑی گھنٹیاں۔

گھنگرو (ص-۶۲)

گیندا (ص-۹۰)

لاٹ (ص-۸۸)

لاٹھیاں (ص-۹۵)

لادی لادنا (ص-۷۷)

لٹھا (ص-۸۷)

لڑکپن (ص-۴۴)

لگام (ص-۶۳)

لنگر لنگوٹے (ص-۵۱)

لوٹتے (ص-۹۲) بمعنٰی لوٹیں لگانا: پھریں لوٹتے ہم ادھر اور اُدھر

لوری (ص-۱۰۸)

لئیق (ص-۴۸)

مار مار (ص-۱۰۳)

مچھیرے (ص-۷۹)

مر لینا (ص-۷۲)

مستک (ص-۶۵)

مشک (ص-۵۳)

مصالح (ص-۶۲): مسالہ کا ایک اِملاء۔

مکھڑا (ص-۳۸)

مگدر (ص-۵۱)

ملاح (ص-۵۶)

موتیا (ص-۹۱)

مہاجن (ص-۴۶)

مہاوت (ص-۶۶)

مہین (ص-۷۶)

میخ (ص-۴۹) بمعنٰی کھونٹا: اب میخ کے قریب آیا۔

میل کچیل (ص-۷۸)

میلے کچیلے (ص-۸۱)

مینہ (ص-۵۵)

ناگوری (ص-۴۵)

نال (ص-۸۶)

نالیوں نالیوں (ص-۷۲)

ناؤ (ص-۵۳)

نبڑنا (ص-۴۷) بمعنٰی مکمل ہونا: اکیلے سے کام نہیں نبڑتا۔

نت نیا (ص-۱۰۲)

نچنت (ص-۴۳)

نعل بندھنا (ص-۸۲)

نقلیں کرنا (ص-۹۹)

نکیل (ص-۶۰)

نہاری (ص-۶۲)

نینو (ص-۸۷)

وار (ص-۴۸) بمعنٰی باری: کہ کب یہ ہٹے اور میرا وار آئے۔

واں (ص-۹۵)

وحشت (ص-۶۴)

ہاتھ بٹانا (ص-۷۵)

ہاتھ رکنا (ص-۸۹)

ہاتھ رہ جانا (ص-۸۴)

ہانڈی (ص-۸۸)

ہانک دینا (ص-۷۱)

ہتا (ص-۸۶)

ہتی (ص-۶۹)

ہچکولے (ص-۶۲)

ہرا بھرا (ص-۹۰)

ہری بھری (ص-۷۲)

ہری ہری (ص-۹۰)

ہریاول (ص-۷۲)

ہکا بکا (ص-۹۹)

ہلکا (ص-۵۴) بمعنٰی چست: بدن ہلکا رہتا ہے۔

ہنڈی (ص-۵۸)

ہواخوری (ص-۹۰)

ہوا کھانا (ص-۹۰)

ہودہ (ص-۶۵)

ہیکل (ص-۶۵)

یکا (ص-۵۷): دیگر اِملاء: یکّہ۔

☆

اِس لفظیات کے کئی فائدے ہیں۔ یہاں صرف ایک کو ذکر کرتا ہوں۔ ۳۰۹ الفاظ کی اِس فہرست میں سے صرف ۲۶ الفاظ ہیں جو حصۂ شعر سے یہاں لائے جا سکے ہیں۔ جب کہ یہ حصہ ۱۸ صفحات (۹۱ تا ۱۰۸) پر مشتمل ہے۔ چنانچہ پہلی نظر میں یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ مولوی آزاد کی درسی کتابوں کا حصۂ شعر کوئی زیادہ حیثیت کا حامل نہیں ہے۔ اور یہ بات حقیقت بھی ہے۔

اردو کے روایتی رسم الخط میں الفاظ کو مشین ریڈایبل انداز میں لغویانے (Lexicalize) میں سب سے بڑا مسئلہ الفاظ کے اِملاء یا صورت (Orthograph) کا ہے۔ یہ درست ہے کہ اردو کی پہلی کتاب کی اشاعت کے وقت کمپیوٹر تھا ہی نہیں اور اِس کی اشاعت بلاکوں کے ذریعے ہوئی تھی۔ اِس طریقے میں بہت سی محدودات تھیں، لیکن راقم کو اِس کا خوب اندازہ ہے کہ اِس ضمن میں ذرا زیادہ توجہ دی جا سکتی تھی کیوں کہ جب یہ کتاب چھپی ہے اُن دنوں اردو لغت بورڈ کراچی اپنا کام شروع کر چکا تھا اور الفاظ کے اِملاء کی معیاریت پر بہت کام ہو چکا تھا۔ اِس بارے میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں تا کہ اِن تحفظات کی وضاحت ہو سکے:

ا۔ پہلی ہی عبارت دیکھیے: ''آقائے اردو'' آزاد صرف عظیم المرتبت انشا پرداز ھی نہیں بلکہ اھم تعلیمی مصنف بھی ھیں۔'' (ص-۵)

[مکرر]''ھودہ کسا ھوا ھے۔''(ص-۶۵])

یہاں خط کشیدہ الفاظ میں ہائے کہنی دار چاہیے ہے۔

۲۔اِسی طرح جہاں ہائے مخلوط یعنی دو چشمی ہ کا مقام ہے وہاں جگہ جگہ ہائے کہنی دار لگی ملتی ہے:''گھر والی دودہ دوھتی ھے۔''(ص-۷۰)

یہاں تینوں خط کشیدہ الفاظ میں وہ ہ نہیں لگی جس کی کہ اصولاً ضرورت ہے۔لفظِ دودھ کو ساری کتاب میں دودہ لکھا ہے، جو حیرت ناک ہے۔

۳۔ہائے دو چشمی اور ہائے کہنی دار میں فرق نہ رکھنے کے ساتھ ساتھ اِملاء میں دورنگی بھی ہے۔مثلاً:''چاھیئے''[ص-۴۳]اور''چاھئے''(ص-۵۶)۔

۴۔کچھ الفاظ کو جوڑ کر بھی لکھا گیا ہے اور الگ الگ بھی۔اِن میں یکسانی چاہیے۔مثلاً:''اے لو''[ص-۴۴]اور''ایلو''(ص-۵۶)

۵۔اِسی طرح جہاں ہمزہ کی ضرورت نہ تھی وہاں ہمزہ کا استعمال ملتا ہے۔ایک مثال لیجیے:''ناؤ میں چڑھئے سب سے پہلے، اترئے سب سے پیچھے''[ص-۵۶] یہاں خط کشیدہ الفاظ کا اِملاء توجہ چاہتا ہے۔اِسی طرح لیے، کیے وغیرہ الفاظ بھی اکثر ہمزہ کے ساتھ ہیں(یہ ضرور ہے کہ اِن میں ہمزہ کا استعمال ایک بحث آفریں مسئلہ رہا ہے)۔

۶۔کہیں اِعراب کی ضرورت نہ تھی لیکن لگائے گئے ہیں۔مثلاً:''مَولوی صاحب کا گھوڑا''(ص-۴۷)

۷۔کچھ جگہ پر پنجابی الفاظ اردو کے ایسے الفاظ سے تبدیل کیے گئے ہیں جن سے خرابی پیدا ہوگئی ہے۔مثلاً:''پنگورا''[ص-۳۸]؛اصلاً: پنگھوڑا۔اِسی طرح''کرگے''(ص-۸۶)؛اصلاً: کھڈی۔یہ پنجابی لفظ جو تبدیل کیے گئے ہیں،آج بھی عام استعمال میں ہیں جب کہ یہ دونوں الفاظ جو کہ لکھے ہیں،استعمال میں نہیں ہیں۔ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔وغیرہ۔

لیکن اِن اور اِن جیسے تحفظات کی حیثیت پادر ہوا سے زیادہ نہیں۔اِن کتابوں کو جمع کر کے مرتّب کرنا فی نفسہٖ ایک اِتنا بڑا اور مستقل اہمیت کا کام ہے کہ صرف اِسی کی بدولت اِس لفظیات کو یہاں پیش کرنا ممکن ہوا ہے۔اِس لفظیات کو اوپر دیے گئے مفاہیم کے ساتھ لغت کا حصہ ہونا چاہیے۔راقم نے اِسی نظریے سے یہ کام کیا ہے۔

حواشی

۱۔ مولوی آزاد کی درسی کتابوں کی فہرست ملاحظہ کیجیے:اردو کی پہلی کتاب،ص-۸۔

۲۔ اگرچہ ڈاکٹر حسن اختر نے یہ بھی لکھا ہے:......مندرجہ بالا حقائق کو سامنے رکھیں تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اردو ترقی بورڈ کی طرف سے شائع کردہ کتابیں مولانا آزاد کی تصنیف نہیں ہیں اور جو کتابیں مولانا آزاد کی تصنیف تھیں اُن تک ڈاکٹر محمد اسلم فرخی کی رسائی نہیں ہوسکی۔......رک:مولانا محمد حسین آزاد کی درسی کتابیں،مشمولہ:راوی(مولانا محمد حسین آزاد نمبر)شمارہ-۱۹۸۳ء،ص-۱۹۴۔

۳۔ اردو کی پہلی کتاب،ص-۵۔

۴۔ بحوالہ ایضاً؛ایضاً۔

فہرستِ اسنادِ محوّلہ:

۱۔ اردو کی پہلی کتاب،ترقی اردو بورڈ کراچی،۱۹۶۳ء

۲۔ گورنمنٹ کالج لاہور کا مجلّہ راوی(مولانا محمد حسین آزاد نمبر)شمارہ-۱۹۸۳ء